جملہ علوم و فنون کی کتابیں ہر وقت پیش کرنیوالا ادارہ (مولوی) سید احمد مالک کتبخانہ اعزازیہ دیوبند یو-پی

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

حضرت قطب العالم خاتم الاولیاء والمحدثین فخر الفقہاء والمشائخ مولانا
رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات پر

مرثیہ

از قلم فیض رقم حضرت مولانا محمود حسن صاحب شیخ الہند مرحوم

جسکو

مولوی سید احمد مالک کتب خانہ اعزازیہ دیوبند نے
اپنے
کتب خانہ اعزازیہ دیوبند ضلع سہارنپور سے شائع کیا

ہمارے یہاں ہر قسم کے قرآن مجید و حمائلیں مترجم و غیر مترجم نیز جملہ
تصانیف علمائے دیوبند و درکتب درسیہ اور کتابیں ملتی ہیں

ملنے کا پتہ (مولوی) سید احمد مالک کتبخانہ اعزازیہ دیوبند (یو۔پی)

(انتظامی پرنٹنگ پریس (دہلی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرثیہ

متاع دہر پر غرّہ نہ کر ہے سخت نادانی
غذائے مور ہیں دیکھا جو کرتے تھے سلیمانی
عجب نادان ہیں جن کو ہے تخت و تاج پر غرّہ
کسی کی قیصری باقی رہی اس جا نہ خاقانی
دریغا صرصرِ بادِ حوادث سے ہوئی برباد
کہاں ہے گنجِ بادآورد اور تختِ سلیمانی
زمانہ میں ہوا جو کچھ فنا ہوتا ضروری ہے
زمانی اور بقا توبہ، زمانہ تو ہے خود فانی
یہ نیرنگی حوادث کی جب اپنا گل کھلاتی ہے
بنے گورِ غریباں دم کے دم میں صحنِ بستانی
جو گلہائے شگفتہ تھے یکایک ہو گئے غنچے
بلا کی آئی باغِ دہر میں فصلِ زمستانی
جہاں تھا خندۂ شادی وہاں ہے نوحۂ ماتم
جو تاجِ خسروی تھا آج ہے کشکولِ ساسانی
سراغ پا تلک ملتا نہیں پہونچے کہیں ایسے
تلاشِ رفتگاں میں گرچہ ہم نے خاک تک چھانی

فلک کے ایک ہی دستِ جفا میں ہمنشیں دیکھا
کہ ایک عالم کی عمریں کٹ گئیں کیسی بآسانی
ملایا خاک میں ہم کو فلک نے ایک شوخی میں
ارے ظالم نہ کر اتنی زیادہ نامسلمانی
ملا کر خاک و خوں میں بے کسوں کی آرزؤں کو
پھر ہم سے پوچھتا ہے ہائے ظالم وجہ گریانی
شکایت ظلم کی بیجا ہے اس چرخِ ستمگر سے
جسے جمعیت خاطر ہو خلقت کی پریشانی
ستم ہائے فلک سب سہل تھے پر اسکو کیا کیجے
وبال جان ہم کو ہو گئی اپنی گراں جانی
ہجوم یاس میں مہلت کہاں اتنی کوئی ڈھونڈھے
کدھر ہے عیشِ رفتہ اور کہاں ہے عشرتِ فانی
ہوا برباد گھر لیکن ہے نظر دل میں وہی نقشہ
میری آنکھوں سے دیکھے کوئی میرے گھر کی ویرانی
ہم اپنی جان کے دشمن نہیں پر کیا علاج اس کا
غموں کی جانِ مضطر پر غضب کی ہے فراوانی
ہزاروں غم ہیں دنیا میں بتائیں نام کس کس کا

غمِ مرشد ہے پر مرشد غموں کا ہے یہ وجدانی
خبر بھی ہے کہ اس جانِ جہاں نے ہم سے منہ موڑا
کوئی بے وجہ ہم اپنے ہوئے ہیں دشمن جانی؟
نہ ہو صبح وطن کیونکر بتر شام غریباں سے
فراق دلربا میں گھر ہے رشک کنج زندانی
خبر ہے جان کو دل کی نہ دل کو جان کی پروا
فقط سینہ پہ ہے ہاتھ اور زانو پر ہے پیشانی
جو تھا موصل الی اللہ ہو گیا واصل بحق ہے ہے
پھر یں ہیں ڈھونڈھتے سرگشتگانِ تیہ بیمانی
جنید و شبلی و ثانی ابو مسعود انصاری
رشیدِ ملت و دیں غوث اعظم قطبِ ربانی
نسیم بحرِ رافت، فضل رحماں منبع احساں
قسیمِ فیضِ یزداں، ابرِ رحمت، ظلِّ سبحانی
زمانہ نے دیا اسلام کو داغ اس کی فرقت کا
کہ تھا داغِ غلامی جس کا تمغائے مسلمانی
زباں پر اہل اہوا کی ہے کیوں اُعْلُ وُہُبَل شاید
اٹھا عالم سے کوئی بانیِ اسلام کا ثانی

نکل کر کس نے آبادی سے صحرا کو کیا مسکن
چمن ہے دشت اور گھر میں ہے ویرانی سی ویرانی
وہ صحرا دیکھنے سے جس کے گھر یاد آ ہی جاتا تھا
اب اس کو یاد دلواتی ہے میرے گھر کی ویرانی
کہاں لوٹیں، کہاں تڑپیں، کہاں دل کھولکر روئیں
جگر خوں کرتی ہے دارِ فنا کی تنگ میدانی
کفِ افسوس ملنے کی نہ ہو ہاتھوں کو جب مہلت
کریں کاہے سے پھر زخم جگر کی ہم نمکس رانی
ہجوم رنج و غم جوشِ بُکا کی حد نہیں ۔ اب ہم
سراپا دل بنیں یا چشم ۔ ہے یہ سخت حیرانی
خوشی کیا اب کسی غم کی بھی گنجائش نہیں دل میں
غمِ جانکاہِ جاناں کر رہا ہے دل کی دربانی
نہ آئے کس طرح ان غمزدوں کے حال پر رونا
کہ جن آفت زدوں کی دردِ دل کرتا ہے درمانی
امیدِ مرگ پر جن کا مدارِ زندگانی ہو ۔
ہے قابل دیکھنے کے ان کی مایوسی و حیرانی
نہیں ہے سینۂ مجروح کم گنجِ شہیداں سے

تمنائیں جو تھیں دل میں ہوئی ہے سب کی قربانی
امیدوں کا ہوا ہے خاتمہ یک لخت ہجراں میں
مرے طُولِ اَمَل۔سے بھی الم نکلا یہ طولانی
مچی ہے عالم علوی و سفلی میں عجب ہَل چَل
وہاں ہے غلغلہ شادی کا یاں ماتم کی طغیانی
دم آخر ہے ظالم دیکھ لینے دے نظر بھر کر
نہ گھبرا دیدۂ تر کرتے رہنا اشک افشانی
مسیحائے زماں پہنچا فلک پر چھوڑ کر سب کو
چھپا چاہِ لحد میں وائے قسمت ماہِ کنعانی
چھپا شمس ہدایت اور ہوئے سب مقتبس اس کے
دریغا وائے حسرت پائمالِ سیرِ کیوانی
نظر سے ہو کے غائب دل میں لو وہ چھپکے بیٹھے ہیں
دل و دیدہ کی جنگِ باہمی مشکل ہے سلجھانی
فنائے تام پر بھی بس نہ کی ہے بے غضب اس نے
جسے کہتا تھا اک عالم بقائے عالمِ فانی
نہ سمجھے تھے کہ اس جانِ جہاں سے یوں جدا ہونگے
یہ سنتے گو چلے آتے تھے اک دن جان ہے جانی
تڑپتے تربت اقدس پہ اس کی ہیں کہ ہوتی تھی
درِ دولت پہ جس کے نفس امّارہ کی قربانی

غبارے کوئے جاناں اب تلک باقی ہے آنکھوںمیں
سمائے خاک نظروں میں مری کحلِ صفاہانی
نہ ہوتے گر جدا قدموں سے اس سالارِ خوباں کے
تو پھر ہم دیکھ لیتے زالِ دنیا کی نہ یہ سمانی
الٰہی کیا کریں کیونکر سنیں وہ لحنِ داؤدی
خدایا کس طرح آوے نظر وہ شکل نورانی
جب ان کی صوت وصورت سے ہے محرومی تو بہتر ہے
میرے کانوں کا کرّ ہونا اور آنکھیں کور ہو جانی
نفائسہائے شتّیٰ میں سے کوئی ایک دکھلادے
کئے تھے حق تعالیٰ نے جو مولٰنا کو ارزانی
غریب و عاجز و بے کس کریں کیا اور کدھر جائیں
ہوئی ہے میزبانِ خلق کی جنت میں مہمانی
ہوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب
گیا وہ قبلۂ حاجاتِ روحانی وجسمانی
دعا کس سے کرائیں پوچھنے فتوے کدھر جائیں
سنائے کون اگر چاہیں سنیں ہم وعظ عرفانی
مقدر تھا سو پیش آیا یہی حسرت ہے اب دل میں
کہ اس فخر اکابر کی نہ ہم نے قدر پہچانی

تن آسانی میں کھوئی عمر ساری کیا قیامت ہے
پشیمانی سے اب حاصل ہے کیا غیر از پریشانی
دل سودہ زدہ بہلے یوں ہی کچھ دوستو شاید
کریں مدح و ثنا میں آپ کی آؤ غزلخوانی

غزل مدحیّہ

وہ صدیقِ معظم تھے سحابِ لطفِ رحمانی
وہ شمع دین و ملت تھے گلِ گلزارِ عرفانی
وہ تھے کبریت ایمانی وہ تھے یاقوت روحانی
ہے کیا کبریت احمر اور کیا یاقوتِ رُمّانی
قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں
عبیدِ سود کا ان کے لقب ہے یوسفِ ثانی
رفاپ اولیا کیوں خم نہ ہوتیں آپ کے آگے
وہ شہباز طریقت تھے محی الدین جیلانی
خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے
مرے مولا مرے ہادی تھے بیشک شیخِ ربانی
جدھر کو آپ مائل تھے ادھر ہی حق بھی دائر تھا
مرے قبلہ مرے کعبہ تھے حقانی سے حقانی

ہدایت جس نے ڈھونڈی دوسری جا ہو گیا گمراہ
وہ میزاب ہدایت تھے کہیں کیا نقشِ قرآنی
فقیہ باخبر ایسا کوئی یارو بتائے تو
ہو جس کا علم از عانی ہو جس کا حکم ایقانی
رخِ زیبا ہو جس کا مظہر ادعی من السامع
محدث ایسا دیکھیں گے کہاں اے وائے حرمانی
مفسر ایسا لائیں گے کہاں سے یا خدا جس کے
ہوں قول و فعل دونوں کاشف اسرار قرآنی
سراسر حق ہے لا نقضی عجائبہ پہ کیا کیجے
گیا زیرِ زمیں وہ محرمِ اسرارِ قرآنی
ہو سینہ جس کا مصباحِ نبوت کے لئے مشکوٰۃ
بجز مہدی نیابے این چنیں ہادی حقانی
گدایانِ درِ دولت کے کشکول و مرقع سے
نظر آتے تھے شرمندہ قبا و تاج سلطانی
پھرے تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوقِ عرفانی
دلِ طالب میں کھینچی شاہدِ مقصود کی صورت
بنام ایزد وہ سلطان المشائخ تھے عجب مانی

برومند و شرف اندوز اے سرچشمۂ احساں
تمہارے خوانِ نعمت سے صدا تھے قاسمی و دانی
علائق اور امیدوں کے لئے خدام واعدا کے
وہ حلاّل معاقد تھے غضب تیغِ صفاہانی
جہاں تھا آپ کا ثانی وہیں جا پہنچے خود حضرت
کہیں کیونکر بھلا کس منہ سے مولانا تھے لاثانی
دلوں کو جھانکتے ہیں اپنے اور سب مسکراتے ہیں
کہا جب میں نے مولانا **رشید احمد** تھے لاثانی
تمہارے خوان نعمت سے نہیں تھے فضلہ چیں ورنہ
کلیسا کی طرف ہرگز نہ جاتے شیخ صنعانی
نواسنجِ انا الحق فیضیاب ہوتے اگر تم سے
انانیت کو اپنی جانتے اک حظِ نفسانی
فساد میر و مرزا سے بدولت آپ کی شاہا
غلاموں کو تمہارے کچھ نہ تھا خوف و پریشانی
ایازِ درگہ عالی کے کفش پا کو شاہِ دین
تصور کرتا ہے **محمود** بہ از تاج سلطانی

دیگر

عزیز و فکر کیا ہے کس لئے مایوس بیٹھے ہو
وہ سالارِ طبیباں ہے دوائے دردِ حرمانی

تہی دستو نہ گھبراؤ نہ شرماؤ ادھر آؤ
وہ نیسانِ کرم اب بھی ہے سرگرم درافشانی
ہدایت کے لئے آئے تھے یاں پاکر فراغت اب
گئے ہیں تاکریں واں مغفرت کی میر سامانی
شہید و صالح و صدیق ہیں حضرت باذن اللہ
حیاتِ شیخ کا منکر ہو جو ہے اس کی نادانی
رہے منہ آپ کی جانب تو بُعد ظاہری کیا ہے
ہمارے قبلۂ و کعبہ ہو تم دینی و ایمانی
ضرورت قابلیت کی تو ہر حالت میں ہے لیکن
قریب و دور یکساں مہر کی ہے نور افشانی
شہید خنجر تسلیم کو ہر دم ہے جاں تازہ
تعقد میں غلاموں کی تمہیں اب بھی ہے آسانی
چھپائے جالمۂ فانوس کیونکر شمع روشن کو
تھی اس نور مجسم کے کفن میں وہ ہی عریانی
وفات سرور عالم کا نقشہ آپ کی رحلت
تھی ہستی گر نظیر ہستئ محبوب سبحانی
وہ تھی صدیق اور فاروق پھر کہئے عجب کیا ہے
شہادت نے تہجد میں قدمبوسی کی گر ٹھانی

فقط اک آپ کے دم سے نظر آتے تھے سب زندہ
بخاری و غزالی بصری و شبلی و شیبانی
نہ آئے مہدیٔ موعود اور تم بھی چلے یاں سے
کرے گا گلشنِ اسلام کی کون اب نگہبانی
جنھیں چھوڑا تھا تم پر حضرتِ امداد و قاسم نے
کرے گا کون اب ان بے کسوں کی ہائے چوپانی
یہاں سے ساتھ لے چلنا ہمارا بات ہی کیا تھی
ترے صدقہ سے واں بھی ہو ہی جاتا فضلِ یزدانی
غلاموں کی تمہارے اے شہِ دنیا و دیں حالت
اجل بھی دیکھ کر ہنستی ہے لیکن ہو کے کھسیانی
تمہاری تربت انور کو دے کر طور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار ارنی مری دیکھی بھی نادانی
اجل تھی آپ کی مرموز بطن الارض خیر ہیں
کہو پھر دوستو کیا ہم نے تہ کی بات پہچانی
ہمارے واسطے ہے دشتِ غربت اور غم فرقت
مبارک آپ کو شاہا ہو سیر باغِ رضوانی
تمہارے فیض سے اب بھی توقع ہے اگرچہ ہوں
اسیر قید نفسانی رہینِ کید شیطانی

طفیل مرشد عالم رشید الدین والملتہ
نکل جائے غم فرقت میں دم بانورایانی

قطعہ تاریخ وفات شریف

کلیجہ کیوں نہ شق ہو آہ منہ بھر بھر کے کہتے ہیں
زبان حال سے ارض و سمار انسی وجانی
محی الدین اکبر جاتے ہیں دار فنا سے بس
اٹھے اف دیر ویراں سے محی الدین گیلانی
۲۳ ۱۳

قطعہ

نبی کی تاب لائی ہے دل بیتاب آخر کار
سناتا ہے ہر اک کو واعظ رب حکم حقانی
چو ختم الانبیاء رفتند دیگر کیست کو ماند
مگر ذات مقدس قادر قیوم سبحانی

قصیدہ مشتمل بر بعض حالات مدرسہ عربیہ اسلامیہ دیوبند جسکو

حضرت مولانا نے جلسہ منعقدہ ۲۰ صفر المظفر میں سنا کر حضار مجلس کو مضطرد بیقرار بنادیا تھا

ہیں منن اور محن دونوں جہاں میں توام
حکمت حق کا ہے دونوں میں نرالا عالم

کھینچنے کے لئے بندوں کے ہے اللہ اللہ
عیش و غم کی بدِ قدرت میں کمندِ محکم
انقلاباتِ زمانہ کو سُنا او غافل
چشمِ تحقیر سے مت دیکھ نہ کر ایسا ستم
سائقِ لطف ہے ہر راحت و شادی یاں کی
قائد خیر ہے دنیا میں ہر اک رنج و الم
رحمت و فضلِ خدا جب ہے غضب پر سابق
کیوں نہ پھر قہر کو اس کے کہیں ہم لطف و کرم
اس کی آغوش غضب میں ہیں ہزاروں رحمت
اس کے ہر لطف میں ہیں سینکڑوں الطاف و کرم
فضل سے اس کے کسی وقت نہ ہونا مایوس
خواہ پیش آئے مسرت تجھے اور خواہ الم
رحمتِ حق کی ہے تمہید سمجھ او ناداں
پیش دنیا میں جو کچھ آتا ہے اندوہ و الم
انقلاباتِ جہاں واعظ رب ہیں سن لو
ہر تغیر سے صدا آتی ہے فافھم فافھم
للہ الحمد مری جان اور انا للہ
مرغِ ایمان کی ہیں بازوئیں دو مستحکم

دانۂ و دام سے کرتے ہیں کسی کو پابند
زخمِ شمشیر سے کرتے ہیں کسی کو بے دم
کسی کو خوف دلاتے ہیں کسی کو امید
کسی کے تیر لگاتے ہیں کسی کے مرہم
ہے وہی شاکر و صابر کہ بطوع و رغبت
سامنے ان کے کرے گردنِ تسلیم کو خم
دور اندیش وہی ہے کہ مصائب کے عوض
ہو کے خوش مرضیِ مولیٰ کی کرے بیع سَلَمْ
جزر و مدِ بحرِ حوادث کا بہ چشمِ حق بیں
طرۂ شاہدِ تقدیر کا ہے پیچ و خم
گردشِ دہر دکھاتی ہے ہمیں آنکھوں سے
کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَأْنٍ کا نقشہ ہر دم
کل کی ہے بات کہ تھی جہل کی گھن گھور گھٹا
جس طرف آنکھ اٹھاتے تھی محیطِ عالم
آبِ حیواں کی طرح علم ہوا تھا مخفی
ظلمتِ جہل سے مخلوق تھی اعمیٰ و اَصَمّ
حافظِ علم تھا اک سینہ صندوق فقط
نہ کوئی حامی و غم خوار نہ کوئی ہمدم

رحمتِ حق ہوئی حامی تو یکایک اٹھے
چند مردانِ خدا باندھ کے صف ٹھوک کے خم
یوسفِ علم شریعت کے خریدار بنے
جمع کر کے سرِ اخلاص سے معدودِ دِرَم
سلسلہ ڈالا فقیرانہ بنامِ ایزد
کُوردہ میں کہ جہاں بیٹھے ہیں اربابِ ہمم
شوق کہتا تھا بڑھو، ضعف کہے تھا ٹھیرو
ناتوانوں کا تھا کیا کہئے عجب ضیق میں دَم
اتنے میں دیکھئے تین کیا ہیں کہ اِک مردِ خدا
آرہا تیز روی سے ہے لئے ساتھ اَلَم
بے نیازی و توکل رُخِ روشن سے نمود
قطعِ منزل کے لئے دونوں قدم تیغ دودَم
چہرۂ خوب سے انوارِ نواضع ظاہر
نظرِ نیک سے آثارِ غنا مستفہم
کس بلا کی تھی نظر پڑتے ہی جس کی فی الفور
پڑ گئی جان ہیں جاں آ ہی گیا دم میں دم
ناتوانوں کو ملا اس کی حمایت سے یہ زور
زینۂ بامِ ترقی پہ بڑھا سب کا قدم

تھی نرالی ہی کچھ اس مردِ صفا کی سج دھج
تھے عجائب ہی کچھ اس شیرِ خدا کے دم خم
گاڑ کر اس نے عَلَم ایک ندا کی ایسی
یک بیک چونک پڑے اہلِ مدر اہلِ خیَم
اس کی آواز تھی یا بانگِ خلیل اللہی
کہہ کے لبیک چلے اہلِ عرب اہلِ عجم
عقل و انصاف کا جس سر میں ذرا بھی تھا اثر
ذوقِ علمی کا تھا جس سینہ میں تھوڑا سا بھی دم
دین کا ذرہ بھی تھا قلب میں جس کے مُودَع
خیر کا شمہ بھی تھا جس کے مقدر میں رقم
باندھ کر چست کمر کہتے ہوئے نَحْنُ مَعَكْ
جس جگہ اس یمِ رحمت کا پڑا نقشِ قدم
اس مربیِّ دل و جاں کی مسیحائی سے
علمِ دیں زندہ ہوا جہل نے لی راہِ عدم
ظلمتِ جہل و ضلالت میں پڑے شور تھے
نورِ علمی سے ہوا اس کی جہاں صبح ددم
ابرِ علم و عمل و فضل کا بادل برسا
جس جگہ اس یمِ رحمت کا پڑا نقشِ قدم

جہل کو جب سبھی کہنے لگے اِخْسَأْ اِخْسَأْ

چل دیا پاؤں دبے چپکے سے با بختِ دژم

علم کو لا کے ثریا سے ثری پر رکھا

آنکھوں سے دیکھ لیا عَلَّمَ مَا لَمْ یَعْلَمْ

دولتِ علم سے سیراب کیا عالم کو

قاسمِ علم بھلا کیوں نہ ہو پھر اس کا عَلَمْ

اس کی آواز تھی بے شک قمِ عیسیٰ کی صدا

جس کے صدقہ سے لیا علم نے دوبارہ جنم

طائرِ علم شریعت کے لئے یہ دبیّبَنْ ؛؛

برکتِ حضرتِ قاسم سے ہے مامونِ حرم

سلسلے علم کے امصار و قری تک جاری

اس کی ہمت سے ہوئے ہل یے نزا فیض اعم

جملہ اعیان و اکابر تھے جلو میں اس کی

اس کی شوکت کو پہونچنی تھی کہاں شوکتِ جم

یک بیک حکمتِ باری نے جو پلٹی کھائی

چل دیئے چھوڑ کے یاں سب کو سوئے باغِ اِرَمْ

لوٹتے آگ پہ تھے حضرت یعقوب وشفیع

خون آنکھوں سے بہاتے تھے رشیدِ عالم

دیکھ کر حضرت امداد کی زاری کو ملک
پرسمیٹے ہوئے کہتے تھے الٰہی اِرْحَمْ
اہلِ علم اہل ورع خاص و عوامِ عالم
سب نے تقسیم کیا پر نہ ہوا کم یہ غم
فرقِ درجات کا قصہ تو جدا ہے لیکن
عام تھا عالمِ اجسام ہیں اس کا ماتم
متزلزل ہوئے سب مدرسہ کے رکن رکیں
ہل گئے ہائے غضب سلسلۂ خیر کے تھم
علم آتا تھا نظر ایک یتیمِ بے کس
اہل علم آہ تھے مایوس بہ چشمِ پرنم
قاسم علم چلے علم بھی لو ساتھ چلا
کس کو تھا ہوگے کھو پکڑ دے گے کس کس کے قدم
ایک کا کرنا سفر دوسرے کا عزمِ سفر
جانِ علم کے لئے دونوں تھے سوہانِ الم
ہوگیا سب کو یقیں باندھ لیا سب نے خیال
سلسلہ علم کا بس ہوگیا درہم برہم
اسی مایوسی و مجبوری و حیرانی میں
مجتمع ہوکے اکابر نے بہ چشمِ پرنم

حضرتِ مرشدِ عالمؒ سے تمنا یہ کی
آپ اب اپنے تصرف میں لیں یہ کارِ اہم
غایتِ خُلق سے فرمایا نکمّا ہوں میں
باقی ہر حال میں ہوں ساتھ تمہارے مُنْضَمّ
چند کلمے کہے نرمی سے تسلّی آمیز
ہو گئے زخم رسیدوں کے جگر کو مرہم
ہائے وہ نیچی نظر ہائے وہ شیریں الفاظ
کس غضب کے تھے کہ سب دور ہوئی تلخیٔ سَم
آپ کی پاک توجہ سے ہوا سب کو سکوں
علم کے اکھڑے ہوئے جم گئے واللہ قدم
کام اس مدرسہ کا فضل و کرم سے اس کے
الغرض رو بہ ترقی ہی رہا ہر ہر دم
مذہبی جتنے سلاسل تھے رہے سب جاری
کام کوئی نہ رکا سہل تھا وہ یا مہتم
بعد چندے ہوا نیرنگیِ قدرت کا ظہور
یعنی یعقوب و رفیع ہر دو وزیرِ اعظم
ہو کے مشتاق لقا پہونچے یکے بعدِ دگر
خدمتِ قاسم خیرات میں شاد و خرّم

دست و پا بھی لو چلے سر تو تھا پہلے ہی گیا

قلب بس باقی رہا یعنی رشیدِ عالَم

وہ بھی مجروح ستم دیدۂ ہجرِ احباب

جُرعہ نوشِ ستم دُرد کش ساغرِ غم

اسی اندوہ دغم دیاسس میں سبحان اللہ

رحمتِ حق ہوئی مبذول بحالِ عالم

بھر دیا قلب مقدس میں تمام عالم کا

درد و غم تجبرہ صلاح خوب ملاکر باہم

خاص کر تزکۂ قاسم کی محبت واللہ!

بے طرح اس دل اقدس میں ہوئی مستحکم

سب کی الفت پہ تھی اس کی ہی محبت غالب

سب غموں پر جو تھا ممتاز یہی تھا وہ غم

پھر تو کیا تھا دی خدا نے وہ ترقی اس کو

دیکھ لیں آپ کہیں اپنی زباں سے کیا ہم

پوچھتے کیا ہو دماغوں کا ہمارے احوال

ہم غریبوں کا زمیں پر نہیں پڑتا تھا قدم

نہ رُکا پر نہ رکا پر نہ رُکا پر نہ رُکا

اس کا جو حکم تھا، تھا سیف قضائے مبرم

نہ چلا کوئی فساد ایسا کہ پاؤں نہ کٹے
فتنہ نے سر نہ اٹھایا کہ ہوا ہو نہ قلم
کلفتیں جھیلیں سبھی پر نہ ہوا چیں بہ جبیں
دقتیں دیکھیں ٹلا اپنی جگہ سے نہ قدم
دشمن و دوست کے چہرے میں تفاوت ہی عیاں
سر سوں پھولی تھی وہاں اس نے ملا تھا عندم
مشکلات ہوتے تھے سب اس کے اشاروں پر طے
مہر اور قہر میں تھے اس کے نِعَم اور نِقَم
نہ رہا کوئی وزیر اور نہ رہا کوئی مشیر
سارے قصے تھے اور اس شیرِ خدا کا اک دم
سب مریضوں کے لئے ایک دہی تھا آتا
سیکڑوں زہر تھے تریاق تھا بس اس کا دم
داغ ہے لفظ نعم کو خلافِ حق پر
منھ سے اس کے کبھی نکلا نہ خدا ہی کی قسم
لا کو حسرت ہے یہی اور نہ ہو دے کیونکر
شکل دیکھی نہ کبھی اس کی دعا کی اک دم
قاسم و حضرتِ امداد کو مرنے نہ دیا
بلکہ زندہ ہی رکھا سب کو علیٰ وجہ اَلاَتَم

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم
ہائے غم، ہائے ستم، ہائے غضب، ہائے الم
آج اس سے بھی ہوا دیکھ لو خالی عالم
آگے کہنے کی ہے کچھ بات نہ سُننے کی تاب
لب تلک آتا ہے لیکن یہ مقولہ پیہم
رحم بر بے کسیم ہیچ نہ کردی رفتی
اے کہ کف پائے تو بود تاجِ سرم
آج تو قاسم و امداد سب ہی مرتے ہیں
اس کا کیا ذکر ہے برباد ہوئے تم یا ہم
منتظر بیٹھے ہیں اب ہم پہ گذرنا کیا ہے
قہر کا خوف ہے پر ساتھ ہے امیدِ کرم
تو رحیم و ملک و بار ہے سَلِّمْ سَلِّمْ
ہم جہول اور زیاں کار ہیں اِرْحَمْ اِرْحَمْ
اے اسیرانِ غمِ قاسمِ خیر و برکات
وے فقیرانِ سرِ کوئے رشیدِ جانم
پیروی کرتے رہو سعی کو ہاتھوں سے نہ دو
یدِ رے یادرمے یا قدمے یا بہ قلم

بے نمک ہیں مرے اشعار مگر تلخ نہیں
خالی از درد نہیں گرچہ ہیں لشتم پشتم

تمت